مولانا محمد زکریا سنبھلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ زرّیں نصیحتیں

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلواۃ والسلام علی رسولہ الکریم

اما بعد!

"فقد قال رسول الله ﷺ اتّق االمحارم تکن اعبد الناس و ارض بما قسم الله لك تكن أغنى الناس و احسن إلى جارك تكن مسلماً وأحبّ للناس ما تحبّ لنفسك تكن مؤمناً ولا تكثر الضحك فان كثره الضحك تميت القلب. او كما قال ﷺ"

میرے بھائیو اور بزرگو!

میں نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث ذکر کی ہے، جس میں آپ نے پانچ باتوں کی نصیحت فرمائی ہے۔ حدیث کی کتابوں میں اس حدیث کے بیان کرنے سے پہلے ایک قصہ بھی ذکر کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **من یا خذ عنی ھؤلاء الکلمات فیعمل بھن او یعلّم من یعمل بھن**۔ یعنی کوئی ہے جو ہم سے یہ چند نصیحتیں لے لے اور خود ان پر عمل کرے یا کم از کم کسی عمل کرنے والے کو ہی پہنچا دے، حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ میں حاضر ہوں۔ آپؐ نے اپنے دست مبارک میں میرا ہاتھ پکڑا اور پھر گن گن کر یہ مذکورہ پانچ نصیحتیں ارشاد فرمائیں۔ میرے بھائیو! یہ پانچ نصیحتیں ایسی ہیں کہ اگر آدمی ان پر عمل کرے تو آخرت میں تو اس کو جنت ملے گی ہی، اس کے لئے دنیا میں بھی جنت بن جائیگی۔ آپ حضرات ذرا توجہ سے ان نصیحتوں کو سنیں۔ میرے بھائیو رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک نصیحت آب زر سے لکھنے کے قابل بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ لوح قلب پر لکھنے کے قابل ہے۔ ہم لوگ الحمد للہ مسلمان ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ہیں، لیکن اس کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور آپؐ کے ارشادات کی حقیقت اور قدر نہ پہچانی۔ پورا قرآن اللہ کی طرف سے نصیحت نامہ ہے ہر حدیث رسول اللہ ﷺ کی نصیحت اور وصیت ہے۔ عمل کرنے کے لئے اور دل میں بسا لینے کے لئے ہے۔ خصوصاً یہ نصیحتیں جن کو آپ نے اتنے اہتمام سے بیان فرمایا کہ پہلے لوگوں کو متوجہ کرنے اور سننے اور عمل کرنے پر آمادہ کرنے کے لئے

من یا خذ عنی ھوئلاء الکلمات یعنی ان کلمات اور نصیحتوں کو قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے یا کم از کم عمل کرنے والوں تک پہنچانے کی ذمہ داری کون لیتا ہے؟ یہ سوال فرمایا۔ اُس کے بعد جب حضرت ابو ہریرہؓ نے اس سوال کے جواب میں ان نصیحتوں پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی ذمہ داری لینے کا اظہار کر دیا تو آپ نے انکا ہاتھ پکڑا اور ایک ایک نصیحت گن گن کر بتائی۔ پہلی نصیحت تھی **اتق المحارم تکن أعبد الناس**۔ یعنی حرام کاموں سے بچو اعلیٰ درجہ کے عبادت گزار اور متقی و پرہیز گار بن جاؤ گے۔

میرے بھائیو! اور بزرگو! محرمات سے بچنا بہت اہم ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ بزرگ بننے کے لئے چلہ کشی کی ضرورت ہے، دنیا سے بے تعلقی کی ضرورت ہے۔ مسجد یا کسی خانقاہ کے گوشہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے اور تلاوت کرنے ہی سے آدمی بزرگ بنتا ہے۔ اور ان کاموں کے بغیر آدمی بزرگی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بیشک یہ کام بہت مفید ہیں، بڑے اجر و ثواب کے کام ہیں، ترقی درجات کا ذریعہ ہیں، لیکن حرام کاموں سے بچنا ان سے بہت زیادہ ضروری ہے یہ نیک کام یعنی ذکر و تلاوت اگر قوت بخش ٹانک ہیں تو حرام کام مہلک زہر ہیں۔ محرمات ہی سے بچنے کا نام تقویٰ ہے اور قرآن مجید میں تقویٰ کی فضیلت اور اس کا حکم اور ذکر پچاسوں جگہ یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ ایک جگہ تو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے بارے میں فرمایا کہ اس کے اختیار کرنے سے آدمی ولی بن جاتا ہے۔ اللہ کا دوست اور اللہ والا بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون**۔ سن لو اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی خطرہ ہوگا اور نہ کوئی غم انہیں ستائے گا پھر فرمایا جانتے ہو اولیاء کون ہوتے ہیں فرمایا: **الذین اٰمنوا وکانو یتقون**۔ یعنی اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جنہیں ایمان نصیب ہے اور جو تقویٰ کی زندگی گزارتے ہیں۔

میرے بھائیو! تقوے سے یعنی محرمات اور حرام کاموں سے بچنے سے آدمی کو مقام ولایت نصیب ہو جاتا ہے۔ یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں یہ کسی عالم یا مولانا کی بات نہیں ہے یہ اللہ کا فرمان ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو آمیوں کا ذکر ہوا ایک وہ شخص جس کے مزاج میں تقویٰ یعنی گناہوں سے بچنے اور پرہیز کرنے کی صفت تھی اور دوسرا وہ شخص جو بہت ہی ذاکر شاغل تھا۔ آپؐ نے دونوں کا تقابل یعنی مقابلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تقوے کے برابر کوئی نیکی نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ **اتق المحارم تکن اعبد الناس**۔ حرام کاموں سے بچو! اعلیٰ درجہ کے عبادت گزار ہو جاؤ گے۔

اب میرے بھائیو! آپ سب ہی عام طور پر حرام کاموں کو جانتے ہیں ہم لوگ جانتے ہیں بدکاری حرام ہے، رشوت لینا دینا حرام ہے سود خوری حرام ہے بہتان لگانا، غیبت کرنا حرام ہے۔

جھوٹ بولنا جھوٹی گواہی دینا حرام ہے۔ اور اس طرح نماز روزہ اور دیگر فرائض وواجبات کو چھوڑنا گناہ ہے۔ یہ اور اُن جیسے دیگر حرام کاموں سے بچیئے، بچنے کی فکر کیجئے۔ اصل دین یہی چیز ہے ذکر واذکار نوافل ومستحبات ترقی کا ذریعہ ہیں۔ لیکن بنیادی کام یہی ہے یعنی حرام کاموں اور گناہوں سے بچنا، اس کی فکر سب سے زیادہ ہونی چاہیئے، تو بھائیو! پہلی نصیحت جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی یہ تھی کہ گناہوں اور حرام کاموں سے بچو اور اس کا انجام اور نتیجہ بھی بتلادیا کہ حرام کاموں سے بچنے والا اعلیٰ درجہ کا عبادت گزار بندہ بن جاتا ہے۔

دوسری نصیحت جو آپ نے فرمائی وہ تھی **وارض بما قسم الله لك تكن أغنى الناس.** یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہارے نصیب میں لکھدیا ہے اس پر دل سے راضی ہو جاؤ اعلیٰ درجہ کے غنی ہو جاؤ گے۔ میرے بھائیو اور بزرگو! اللہ نے ہر ہر شخص کے مقدر کا فیصلہ اس کے پیدا ہونے سے بہت پہلے کر دیا ہے اور جو جس کے نصیب میں لکھدیا ہے وہی اسکو ملے گا اس میں ذرہ بھر کی بیشی نہیں ہوگی اور جس کے نصیب میں جو لکھا مثلاً کسی کے نصیب میں غربت لکھدی ہے کسی کے مقدر میں مالداری لکھدی ہے وہی اس کے لئے مناسب اور اللہ کی حکمت کے عین مطابق ہے۔ آدمی رزق حلال کے حصول کے لئے کوشش کرے ہاتھ پاؤں چلائے اس لئے کہ وہ اسکا مکلف اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اسکا حکم دیا ہے، حدیث میں ہے کہ **كسب الحلال فريضه من بعد الفريضه.** یعنی نماز روزہ جیسے فرائض کے بعد رزق حلال کی فکر کرنا بھی ایک فرض ہی ہے۔ لیکن ہم سب یہ بات جانتے ہیں کہ ہر محنت اور کوشش کرنے والا مالدار نہیں ہو جاتا۔ ہم دن رات دیکھتے ہیں کہ بالکل ایک ہی سی محنت ایک ہی کام اور کاروبار کرنے والے دو شخص نتائج کے اعتبار سے ایک سے نہیں ہوتے دو آدمی ایک ہی مارکیٹ میں ایک ہی قسم کی دوکان کرتے ہیں دونوں باصلاحیت ہیں دونوں محنتی ہیں لیکن ایک کی دوکان اس کے نفع کا ذریعہ بنتی ہے دوسرے کی خسارہ کا۔ میرے بھائیو نفع اور نقصان کا مالک تو صرف اللہ ہی ہے۔ مالداری اور غربت کا فیصلہ تو بہت پہلے وہ کر چکا ہے اس لئے کوشش کرنے کے باوجود اگر خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہوتے تو اللہ سے شکوہ وشکایت نہ ہونی چاہیئے۔ اگر کوئی آدمی اپنا مزاج اس نصیحت کے مطابق بنالے تو اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعلیٰ درجہ کا غنی ہو جائیگا۔

بھائیو! غنی کا تعلق مال کی کثرت وقلت سے نہیں ہے، غنیٰ تو دل کی ایک اچھی کیفیت کا نام ہے۔ آپ بتلائیں ایک شخص اس کے پاس اللہ کا دیا ہوا بہت سامال ودولت ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے مزاج میں حرص ہے، لالچ ہے وہ دن رات مال ودولت کی حرص ہی میں رہتا ہے نہ اسے آرام نصیب ہے نہ سکون، بس ہر وقت مال کی فکر اور اسی کے لئے دوڑ دھوپ۔ نہ وقت پر کھانا ملتا

ہے نہ آرام و راحت نصیب ہے۔ دوسرا شخص ہے جس کے پاس اس کے اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے بقدر ضرورت روزی روٹی کا سامان ہے۔ اور اللہ نے اس کے مزاج میں اسے دولت قناعت سے نوازا ہے۔ وہ بقدر ضرورت محنت کرتا ہے اور اپنے آرام و راحت اور اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کو تو رسول اللہ ﷺ نے بھی قابل رشک فرمایا ہے۔ آپ بتلائیے ان دونوں میں کون آرام و راحت سے ہے۔ اور کون غنی ہے۔ اسی لئے آپ نے ایسے شخص کے بارے میں جو اللہ کی تقدیر اور اس کے فیصلہ پر دل سے راضی ہو فرمایا کہ وہ اعلیٰ درجہ کا غنی ہے۔ میرے بھائیو! رزق حلال کے لئے کوشش کرنا اور چیز ہے اور اللہ سے شکوہ شکایت کرنا اور اس کے فیصلہ پر راضی نہ ہونا اور چیز ہے اس کو آپ اچھی طرح سمجھ لیں۔

تیسری نصیحت جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی وہ تھی **واحسن إلى جارك تكن مسلماً**۔ یعنی اپنے پڑوسی اور ہم سایہ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرو اعلیٰ درجہ کے مسلمان بن جاؤ گے۔ بھائیو! اسلام نے پڑوسی اور ہم سایہ لوگوں کا بڑا حق رکھا ہے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو ایمان و اسلام کی علامت اور تکمیل ایمان کی شرط قرار دیا ہے اور ان کی حق تلفی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کو منافی اسلام چیز قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **والله لايؤمن، والله لا يؤمن، والله لا يؤمن** ۔بخدا وہ مسلمان نہیں، واللہ وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ خود سمجھ لیں ان جملوں کو کہتے وقت رسول اللہ ﷺ کے غصہ و غضب کی کیا حالت رہی ہوگی، اور اس کا صحابہ کرام پر کیا اثر ہوا ہوگا۔ کسی شخص کے متعلق آپ ایک بار بھی یہ جملہ فرمادیں تو وہ کتنا بدبخت و بدنصیب ہے چہ جائے کہ آپؐ بار بار یہ بات فرمائیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا **من هو يا رسول الله**۔ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ جس کے متعلق آپ یہ بات فرمارہے ہیں وہ کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا کہ **الذی لا يلمن جاره بوائقه**۔ یعنی یہ شخص وہ ہے جس کے پڑوسی اور ہم سایہ اپنے آپ کو اس کے فتنوں سے محفوظ نہ سمجھیں، یعنی کسی کا اس حال میں ہونا کہ لوگوں کو، اس کے پڑوسیوں کو اس کے فتنوں کا ڈر لگا رہے۔ محلہ پڑوس کے لوگ اس سے ڈرتے اور دبتے رہیں۔ یہ بھی اس کے کمال ایمان کی نفی کے لئے کافی ہے اور ایسے شخص کے لئے آپ نے بار بار **والله لايومن** فرمایا ہے یعنی فتنوں میں مبتلا کرنا ہی برا نہیں ہے بلکہ اپنے آپ کو ایسا بنائے رکھنا کہ لوگ اس سے ڈرتے رہیں یہ بھی بہت برا ہے۔ ہم سایہ اور پڑوسی ہونے کا تقاضہ تو یہ ہے کہ لوگ آپ پر اعتماد کریں، اپنے دکھ درد میں آپ سے سہارے اور مدد کی امید رکھیں نہ کہ آپ سے آپ کے بچوں سے آپ کے گھر والوں سے اپنے لئے اپنے بچوں اور گھر والوں کے لئے خطرہ محسوس کریں۔

میرے بھائیو! پڑوسی کا حق دوسرے پڑوسی پر کتنا ہے۔ اور اسلام نے پڑوسی کو کیا مقام دیا ہے اس کو سمجھئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار فرمایا **ما زال جبریل یوصینی بالجار حتیٰ ظننت انہ سیورثہ**۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے حقوق کے سلسلہ میں بار بار اور مسلسل من جانب اللہ اتنی تاکید فرماتے رہے کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ بس اب اللہ کی طرف سے یہ حکم آنے والا ہے کہ تمہارا پڑوسی تمہارے مال و جائداد میں بھی تمہارا وارث ہوگا۔ آپ نے دیکھا، یہ ہے ہمارے پڑوسی کا مقام اسلام کی نظر میں۔ کہ اسلام نے اگرچہ اس کو مال و جائداد میں وارث تو نہیں بنایا لیکن اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور اس کا خیال و لحاظ رکھنے کی بے حد تاکید فرمائی۔ پھر بھائیو! اسلام میں ہر پڑوسی کا حق ہے خواہ وہ اپنا عزیز اور رشتہ دار ہو یا نہ ہو۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ بلکہ خواہ اس کا سلوک آپ کے ساتھ براہی کیوں نہ ہو۔ آج کل کے ماحول میں مسلمانوں کے علاوہ دنیا کے کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کے پاس ایسی واضح تعلیمات نہیں ہیں۔ ہمارے پاس پڑوسیوں کے سلسلہ میں اتنی تفصیلی اور واضح اسلامی تعلیمات ہیں لیکن ہم بھی ان سے بے خبر اور غافل ہیں۔ ان تعلیمات پر عمل کرنا ہمارے لئے دنیوی اعتبار سے تو مفید ہے ہی یہ غیر مسلموں میں اسلام کے تعارف اور تبلیغ کا بھی ذریعہ ہے۔ عملی تبلیغ زبانی تبلیغ سے بہت زیادہ موثر ہوتی ہے۔ پھر آپ غور کریں کہ اگر صرف مسلمان ہی اپنے اہل محلّہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے لگیں تو محلّہ کا ماحول کتنا خوشگوار ہو جائے۔

چوتھی نصیحت جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی وہ تو ایک ایسی عجیب و غریب چیز ہے جس کا تصور آج کی دنیا میں کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: **واحب للناس ما تحب لنفسک تکن مؤمناً**۔ کتنی عجیب و غریب بات ہے کہ اچھی بات جو اپنے لئے پسند کرتے ہو ساری دنیا کے لوگوں کے لئے بھی وہی پسند کرو ایسا کرنے سے تم اعلیٰ درجہ کے صاحب ایمان ہو جاؤ گے۔ مثلاً آدمی اپنے لئے یہ پسند کرتا ہے کہ لوگ میرے ساتھ اچھا برتاؤ کریں مجھ سے محبت کریں میری عزت کریں یا کم از کم بے عزتی تو نہ کریں۔ میرے بچوں اور میرے گھر والوں کے ساتھ پیار و محبت اور لطف و کرم کا معاملہ کریں۔ مجھے ستائیں نہیں مجھے دھوکہ نہ دیں۔ میرے ساتھ بد سلوکی نہ کریں۔ وغیرہ وغیرہ یہی باتیں ہر آدمی دوسرے کے لئے بھی پسند کرنے لگے۔ آپ ان اجمالی باتوں کی تفصیلات خود کر سکتے ہیں اس نصیحت کا میدان بہت وسیع ہے اس خود غرضی اور نفسی نفسی کی دنیا میں ایسی تعلیمات رسول عربی حضرت محمد ﷺ کے علاوہ اور کسی کے یہاں نہیں مل سکتی۔ اور کسی کے یہاں مل بھی کیسے سکتی ہیں۔ رحمۃ للعالمین تو اللہ نے صرف آپؐ ہی کو بنا کر بھیجا ہے، آپ ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک مسلمان

کے لئے یہ بات لازمی اور ضروری ہے کہ جو بات اپنے لئے اچھی سمجھے وہی دنیا کے ہر آدمی کے لئے اسے اچھی لگے۔ اپنے لئے کچھ پسند کرنا اور دوسروں کے لئے کچھ اور پسند کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ پھر آپ غور فرمائیں۔ اس نصیحت میں آپ نے دنیا کے تمام انسانوں کے ساتھ خیر خواہی اور خیر سگالی کا حکم دیا ہے، صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی نہیں۔ اس حسن سلوک اور خیر خواہی میں نہ اپنی ذات کی قید ہے نہ قوم و برادری کی نہ ہم وطن یا ہم مذہب ہونے کی قید ہے بلکہ فرمایا: **واحب للناس ما تحب لنفسك** یعنی ساری دنیا کے انسانوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ میرے بھائیو! آپ اس نصیحت کی وسعتوں اور گہرائیوں پر غور کریں تو کچھ اندازہ ہو کہ اسلامی تعلیمات کتنی عمیق اور وسیع ہیں۔

اب آخری اور پانچویں نصیحت سن لیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ: **ولا تكثر الضحك فان كثره الضحك تميت القلب**۔ فرماتے ہیں کہ زیادہ نہ ہنسا کرو اس لئے کہ زیادہ ہنسنا ہنسانا دل کو مار دیتا ہے۔ لیجئے یہ دنیا والے کہتے ہیں کہ زیادہ ہنسنے ہنسانے والے زندہ دل ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتے ہیں۔ ہم لوگوں کی گنگا بھی الٹی ہی بہتی ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ ہم لوگ دل کی زندگی اور موت کو سمجھتے ہی نہیں۔ میرے بھائیو! دل کی زندگی یہ ہے کہ دل اللہ والوں کی باتوں پر توجہ دے اور قبول کرلے، اور دل کی موت یہ ہے کہ وہ اللہ ورسول کی باتوں سے بے تعلق بلکہ بیزار ہو جائے، اسے قرآن و حدیث سے مناسبت نہ رہے اسے دین کی باتوں میں رغبت اور دلچسپی نہ رہے۔ وہ اللہ ورسول کی باتوں کو قبول نہ کرے۔ اگر کسی شخص کے دل کا حال ایسا ہو جائے تو سمجھ لیجئے کہ اسکا دل جس کام کے لئے پیدا کیا گیا تھا اس میں اب وہ کام کرنے کی صلاحیت نہیں رہی۔ اور اب وہ مردہ ہو گیا ہے۔ اور دل کی یہ حالت آپ کے فرمانے کے مطابق زیادہ ہنسنے ہنسانے سے ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جو چیزیں کثرت ضحک یعنی زیادہ ہنسنے کا سبب ہوتی ہیں یعنی دنیا وی لہو لعب وہ بھی دلوں کو مردہ کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ اور اس کے برعکس جو چیزیں زیادہ ہنسنے ہنسانے سے روکتی ہیں یعنی آخرت کی فکر اور اللہ کا ذکر وہ دلوں کو زندہ کرنے کا ذریعہ ہیں۔ دلوں کی زندگی اور موت کی حقیقت کو وہی بتا سکتا ہے جو دلوں کو پیدا کرنے والا ہے یا اس کے بھیجے ہوئے رسول اور پیغمبر ان حقیقتوں کو بتا سکتے ہیں۔

میرے بھائیو! بات طویل ہو گئی میرا ارادہ اتنی لمبی بات کرنے کا نہ تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی یہ نصیحتیں بے حد قیمتی نصیحتیں ہیں۔ اور آپ نے بھی ان کو خاص اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا ہے جیسا کہ شروع میں میں نے عرض کیا تھا۔ اب بس بات ختم کرتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں کہ الٰہی ہم سب کو ان نصیحتوں کی قدر و قیمت سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین